پروفیسر ظہور احمد اظہر

حدیثِ رسول ؐ کا اثر عربی زبان و ادب پر

عربی زبان و ادب پر حدیثِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اثر معلوم کرنے سے پہلے یہ جاننا بھی نہایت ضروری ہے کہ آپؐ کے ان اقوال اور احادیث کا اپنا ادبی مقام کیا ہے؟ کیونکہ جب تک کسی چیز کا مرتبہ و مقام اور اس کی حیثیت کی نشاندہی نہ ہو جائے اس وقت تک اس کے اثرات کا تصور محال نہیں تو مشکل ضرور ہوتا ہے۔

رسول اکرم ؐ فصاحتِ لسان و بلاغتِ کلام میں تمام اہل عرب پر تفوق و برتری رکھتے تھے۔ ایک تو آپؐ قبیلۂ قریش میں پیدا ہوئے تھے اور بنو سعد میں آپؐ نے پرورش پائی تھی (چنانچہ آپؐ نے ایک موقعہ پر ارشاد فرمایا تھا أنا أفصح العرب بید انی من قریش ونشأتُ فی بنی سعد بن بکر: میں تمام عربوں سے زیادہ فصیح ہوں اور اس کے علاوہ میں قریش میں سے ہوں اور بنو سعد بن بکر میں میں نے پرورش پائی ہے۔) اور فصاحت و بلاغت میں یہ دونوں قبیلے بالترتیب پہلے اور دوسرے درجے پر تھے باقی تمام عرب ان سے کم درجہ رکھتے تھے۔ دوسرے آپؐ کی زبانِ مبارک مہبطِ وحی و الہام اور گذرگاہِ پیغامِ ربانی تھی اس لیے قرآن کریم کی معجزانہ فصاحت و بلاغت کا اثر آپؐ کی زبان پر بھی تھا بلکہ "وما ینطق عن الھویٰ اِن ھو اِلا وحی یوحیٰ" کی رُو سے کلامِ نبوّت بھی دراصل کلامِ القائے ربانی کا پرتو ہے۔ بقول استاذ احمد حسن زیات مرحوم "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکمت و دانش سے لبریز باتیں بیان کرنے اور عمدہ تمثیلات و تشبیہات اور استعارات لانے میں عجیب و غریب قدرت حاصل تھی اور یہ انبیائے کرام کی امتیازی خوبی و خصوصیت ہے۔ اس لیے فصاحت و بیان اور بلاغت و ایجاز میں قرآن کریم کے بعد حدیث رسول کا مقام ہے اور اسی طرح عربی زبان و ادب پر اثرات کے سلسلے میں بھی قرآن کے بعد رسول اللہ ؐ کے اقوال و ارشادات کا درجہ ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے میدانِ جہاد میں روح پرور اور غیرت و حمیت اور قوتِ ایمانی

کو جوش دلانے والی تقاریر بھی فرمائی ہیں اور مسجد کے منبر پر وعظ و نصیحت سے لبریز اور عبرت آموز بصیرت افروز خطبات بھی ارشاد فرمائے ہیں ۔ اسی طرح معنی و معرفت اور حکمت و دانش سے بھرے ہوئے جملے بھی آپؐ کی زبان سے نکلے ہیں جنھیں "جوامع الکلم" کا نام دیا جاتا ہے اور آپؐ نے شاہانِ وقت کے نام دعوتِ اسلام کے خطوط اور اپنے عمال کے نام احکام بھی جاری فرمائے ہیں۔ یہ سب اقوال و افعالِ رسولؐ دینی اہمیت کے ساتھ ساتھ عربی زبان میں بلند پایہ ادبی شاہکاروں کی حیثیت بھی رکھتے ہیں ۔ اس لیے عربی زبان و ادب کا کوئی درسی نصاب اس وقت تک نامکمل ہوگا جب تک اس میں اقوال و احادیث رسولؐ کے ادبی جواہر شامل نہ ہوں گے۔

اس مختصر سے مضمون میں حدیثِ رسولؐ کے وسیع ادبی اثرات کا مفصل جائزہ تو مشکل ہے البتہ حدیث نے جو اثرات عربی نثر اور شعر اور پھر عربی علوم پر ڈالے ہیں ان پر ایک طائرانہ نظر ڈالنا ممکن ہے۔

اقوال و احادیث رسولؐ نے عربی زبان و ادب کے تین پہلوؤں پر نمایاں اور وسیع اثرات ڈالے ایک عربی نثر (خطابت و کتابت دونوں) کی اصلاح و ترقی ، دوسرے عربی شاعری اور تیسرے عربی علوم و آداب کی تشکیل و تدوین ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات نے عربی نثر کے ظاہر باطن اور لفظ و معنی دونوں پر وسیع اثرات ڈالے ، مثلاً ایک طرف تو آپؐ کے احکام و ارشادات کے طفیل دورِ جاہلیت کی بعض تراکیب و محاورات اور مشرکانہ مصطلحات و عبارات کو ہمیشہ کے لیے ترک کر دیا ۔ آپؐ نے وہ کلمات بھی ترک کرنے کا حکم دیا جو جاہلی دور کے عرب اپنے بادشاہوں اور سردارانِ قبائل کی تعظیم و تکریم کے لیے استعمال کرتے تھے اور جن سے شرک و تکبر کی بو آتی تھی۔ اسی طرح طوافِ کعبہ اور حج کے موقعہ پر جو مشرکانہ دعائیں مروّج تھیں وہ بھی آپؐ کے ارشاد سے متروک و منسوخ ہو گئیں ۔ عربی زبان کی اس قسم کے الفاظ سے تطہیر کے علاوہ اس میں نئے الفاظ و مصطلحات اور نئے افکار و معانی اور نئی روح بھی پیدا ہوئی ۔ یہ نئے الفاظ یا تو پہلے مستعمل تھے مگر اور معنی میں ہوتے تھے رسول اللہ کے ارشادات میں یہ الفاظ اور معنی کے لیے استعمال ہوئے اور اس طرح ان میں ایک طرح کی جدت آگئی اور یا پھر بالکل نئے سرے سے یہ الفاظ وضع ہوئے اور عربی نثر میں مروج ہوئے ۔ اس قسم کے الفاظ لغت کی اصطلاح میں "مولد" (پیدا کردہ) کہلاتے ہیں۔

حدیث رسول کی بدولت عربی زبان و ادب میں بعض نئے افکار بھی داخل ہوئے جو پہلے بالکل ناپید تھے مگر تعلیمات و ارشادات نبوی کی روشنی میں عرب شعرا و ادبا اور کاتبوں کی زبان پر عام ہو گئے۔ ایسے افکار و معانی کا تعلق دنیا و آخرت میں انسان کی سرفرازی و سرخروئی، جہاد زندگانی اور اصلاح و فلاح عامہ سے ہے اور اس کی مثالیں صدر اسلام کے شعرا و کتاب کے ہاں بکثرت موجود ہیں۔

قرآن کریم بلاشبہ عربی زبان کی اولیں کتاب ہے، اگر یہ درست اور یقیناً درست ہے تو پھر حدیث رسول کو عربی نثر کی دوسری مدوّن کتاب کی حیثیت حاصل ہے۔ کیونکہ قرآن کے بعد سب سے پہلے اور سب سے زیادہ جس چیز کی حفاظت و کتابت پر زور دیا گیا وہ حدیث ہے اور یہ بات اب شک و شبہ سے بالاتر ہے اور پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ نہ صرف عہد صحابہ بلکہ عہد رسولؐ میں بھی حدیث کے بعض مجموعے اور صحیفے مدون شکل میں موجود تھے۔

عربی نثر کی ایک صنف خطابت بھی ہے اور عہد جاہلیت سے لے کر عربی خطابت کے مختلف اور ممتاز اسالیب مروّج رہے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک عظیم خطیب بھی تھے اور مسجد کے منبر سے لے میدان جہاد تک اور تبلیغ اسلام کے آغاز سے لے کر خطبہ حجۃ الوداع تک آپؐ نے ہر موقع کی مناسبت سے خطبات و تقاریر ارشاد فرمائیں جو آج بھی محفوظ ہیں اور دینی حیثیت کے علاوہ ان کی ادبی اور لغوی حیثیت بھی بہت بلند ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خطبات نے جہاں عربی خطابت پر مجموعی اور عمومی اثر ڈالا وہاں صحابہ کرام کے خطبا پر خصوصی اثر ڈالا۔ خطابت نبوی کا یہ اثر حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور سب سے زیادہ حضرت علی رضی اللہ عنہم پر نمایاں تھا، اور ان حضرات کے خطبوں اور تقریروں میں آنحضرتؐ کے خطبات و تقاریر کے نقوش بڑے واضح طور پر ملتے ہیں۔ حمد و ثنا سے خطبہ کا آغاز اور "وما علینا الا البلاغ" پر اختتام، اوائل و امتیازات خطابت نبوی میں سے ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عربی خط و کتابت پر بھی گہرے نقوش چھوڑے ہیں۔ خط کا بسم اللہ سے آغاز "من فلان الیٰ فلان" کا استعمال اور خط کے آخر میں مکتوب الیہ کی بہتری اور ہدایت کے لیے دعائیہ جملے لکھنا بھی سنت و آثار نبوی میں سے ہے۔ عربوں اور مسلمانوں کی تمام تاریخ میں سرکاری و غیر سرکاری خط و کتابت میں یہی طریق مروج رہا اور آج بھی اکثر و بیشتر ایسے ہی ہوتا ہے۔ اسی طرح خط کے مضمون سے پہلے "السلام علیکم" اور غیر مسلموں کے لیے "السلام علی من اتبع الھدیٰ" بھی عہد نبوی کی

یادگار ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کا عربی شاعری پر بھی اثر پڑا اگرچہ عربوں کا قول تھا کہ "اعذب الشعر اکذبہ" شیریں ترین شعر وہ ہے جو سب سے زیادہ جھوٹ پر مبنی ہو، اور ایسی صورت میں صدق و امانت کی باتوں کے لیے اس میں گنجائش ذرا مشکل ہی تھی لیکن پھر بھی دربارِ نبوت کے شعرا اور بعد کے دیندار و دین پسند شعرا کے ہاں ارشاداتِ رسولؐ کے اثرات ملتے ہیں۔ تاریخ سے اس بات کے معتبر شواہد ملتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی شعر نہیں کہا بلکہ قرآن کریم میں اس بات کی وضاحت کر دی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو شعر و شاعری کی تعلیم نہیں دی اور نہ ہی یہ چیز آپؐ کے شایانِ شان ہے۔ تاہم شاعروں کے کلام سے آنحضرتؐ کو دلچسپی تھی اور آپؐ بعض اوقات اپنے صحابہ سے قدیم شعرا کا کلام سنتے یا اپنے شعرا مثلاً حضرت حسان بن ثابتؓ انصاری وغیرہ کو مسجد کے منبر پر بٹھا کر ان سے اشعار سنتے تھے۔ ایک دفعہ اس حالت میں حضرت ابوبکرؓ نے آپؐ کو دیکھا اور دریافت فرمایا کہ قرآن کے ہوتے ہوئے شعر و شاعری؟ آپؐ نے جواب میں فرمایا کہ قرآن کریم کا اپنا مقام ہے مگر کبھی کبھی شعر سن لینے میں مضائقہ نہیں۔

کفارِ مکہ کے شعرا رسول اللہؐ، اسلام اور اہلِ اسلام کی ہجو کہتے تھے۔ ان کی اس بیہودہ گوئی کا جواب حضرت حسان دیتے تھے۔ جب وہ کوئی اچھا شعر کہتے تو آپؐ اس کی داد دیتے اور دنیا و آخرت میں کامیابی و فلاح کے لیے دعا فرماتے تھے۔ نابغہ جعدی عرب کا مشہور و مستند شاعر ہے، اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام کی شان کے بارے میں ایک قصیدہ کہا آپؐ نے خوش ہو کر دعا دی اور فرمایا "لا فض اللہ فاک" (اللہ تعالیٰ تیرے منہ کو کبھی نہ توڑے) نابغہ ڈیڑھ سو سال یا اس سے بھی زیادہ عرصہ زندہ رہا مگر آخری دم تک اس کے منہ سے ایک دانت بھی نہ گرا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے عہد میں نہ صرف یہ کہ شعرا پر شفقت فرماتے تھے اور ان کے کلام سے دلچسپی ظاہر فرماتے تھے بلکہ شعرا کو عطیات سے بھی نوازتے تھے۔ کعب بن زہیر جب تائب ہو کر داخلِ اسلام ہونے کے لیے حاضر ہوا اور اپنا مشہور قصیدہ "بانت سعاد" آپؐ کی مدح میں پڑھ کر سنایا تو آپؐ نے نہ صرف اسے معاف کیا بلکہ اپنی چادر بھی اسے بخش دی۔ عام طور پر

میں جب مختلف قبائل عرب کے وفد آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر جوق در جوق داخلِ اسلام ہونے لگے تو ان میں بنو تمیم کا وفد بھی تھا۔ یہ لوگ اپنا خطیب اور شاعر بھی ساتھ لائے تھے۔ یہ لوگ فراغت کے بعد جب واپس جانے لگے تو آپ نے ان کے شاعر کے علاوہ وفد کے دوسرے افراد کو بھی عطیات سے نوازا۔

آپ نے ایک موقع پر فرمایا کہ "انما الشعر کلام فمن الکلام خبیث وطیب" شعر بھی ایک قسم کا کلام ہے، اور کلام اچھا بُرا دونوں طرح کا ہوتا ہے۔ شعر و شاعری کے متعلق آپ کے ایسے ہی کئی ارشادات اور طرزِ عمل سے عربی شاعری پر ایک حد تک اثر بھی پڑا اور شعرا کے کلام میں سچائی اور نیکی کا عکس جھلکنے لگا۔ اس کی مثالیں حضرت حسان اور لبید بن ربیعہ کے کلام میں تلاش کی جا سکتی ہیں۔

حدیثِ رسول نے عربی شعر و نثر کے علاوہ علوم و آداب پر بھی کافی اثر ڈالا۔ حدیث کی روایت کے سلسلے میں جن امور کا التزام کیا جاتا تھا، تاریخی روایات کے سلسلے میں بھی ان کا خیال رکھا جانے لگا گو اتنی شدت و اہتمام نہیں تھا جو حدیث کے سلسلے میں ہوتا تھا۔ مثلاً حدیث کے سلسلے میں سلسلہ اسناد کا خاص خیال رکھا جاتا تھا اور اس میں ضعف و انقطاع یا خلط و ابہام سے حدیث کی صحت و قوت پر اثر پڑتا تھا۔ اسی طرح تاریخی واقعات و حوادث بھی سند کے ساتھ بیان کیے جانے لگے۔ حدیث کے راویوں کی ثقاہت پر بھی خاص نظر رکھی جاتی تھی۔ بعض مؤرخین اسلام نے بھی تاریخی واقعات کے راویوں کی ثقاہت پر نظر رکھی بلکہ اصول روایت کے ساتھ اصول درایت میں بھی تاریخی واقعات کی جانچ پڑتال اور چھان بین کا رجحان پیدا ہوا۔

عربوں کے ہاں تاریخ نویسی کا آغاز بلاشبہ علم حدیث کے سبب ہوا۔ حدیث میں رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و فعل کو قلم بند کر کے محفوظ کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی تاکہ آنے والی مسلمان نسلوں کے لیے تعلیماتِ نبوی کا ایک مجموعہ منضبط شکل میں پیش کیا جا سکے۔ اس کے ردِ عمل کے طور پر مسلمانوں میں اپنی قدیم عربی تاریخ سمیت تمام حوادث و وقائع کو محفوظ کرنے کا رجحان پیدا ہوا اور خلفا کی تاریخ، غیر مسلموں کے ساتھ جنگوں کے حالات اور فتوحات کے بارے میں تمام معلومات کو مدوّن و محفوظ کرنے کی تحریک ہوئی۔

علم حدیث کی روشنی میں مسلمانوں میں ایک عجیب و غریب اور مہتم بالشان علم کو مدوّن کرنے

کا شوق پیدا ہوا اور اس علم پر مسلمان جتنا ناز کریں وہ کم ہے۔ اس علم کے باعث مستشرقین بھی علمائے اسلام کو خراجِ تحسین پیش کرنے پر مجبور ہوئے ہیں اور یہ ہے "علم التراجم" یا دوسرے لفظوں میں تاریخ مشاہیر اور تذکرۂ شخصیات۔ علم التراجم دراصل "فن اسماء الرجال" کا ردعمل تھا۔ محدثین نے صحابہ کرام سے لے کر اپنے عہد تک حدیث کے سلسلۂ سند میں جن جن اشخاص کا ذکر آتا ہے ان کے حالاتِ زندگی اور سیرت و کردار کے بارے میں معلومات جمع کردی ہیں تاکہ راویوں کی ثقاہت وضعف اور شرافت و تقویٰ کے بارے میں رائے قائم کرنا آسان ہو جائے۔ چنانچہ مسلمانوں میں یہ شوق پیدا ہوا کہ اس قسم کی معلومات جمع کرنے کا کارنامہ صرف حدیث کے راویوں تک ہی کیوں محدود رکھا جائے؟ کیوں نہ دوسرے مشاہیر مثلاً شعرا، علما، ادبا، حکام اور خلفاء کے انساب و حالاتِ زندگی جمع کردیے جائیں تاکہ آنے والی نسلوں کو اپنے بزرگوں کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے لیے دقت کا سامنا نہ ہو یا انھیں مایوس نہ ہونا پڑے۔ چنانچہ شعرا کے تذکرے مع انتخابِ کلام لکھے گئے جن میں "طبقات فحول الشعرا" از محمد بن سلام، کتاب الشعر والشعرا، ابن قتیبہ، معجم الشعرا المرزبانی، المختلف والمؤتلف از الآمدی اور طبقات الشعرا از ابن المعتز اور سب سے بلند تر کتاب الاغانی از ابوالفرج الاصفہانی خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔

علما و ادبا اور حکام کے تذکروں کے لیے بھی کتابیں تصنیف کی جانے لگیں۔ اس سلسلے میں ابن خلکان کی کتاب وفیات الاعیان، حافظ ذہبی کی تذکرۃ الحفاظ و کتاب العبر، ابن العماد الحنبلی کی شذرات الذہب، یاقوت کی ارشاد الاریب الی معرفۃ الادیب، الیافعی کی مرآۃ الجنان، اور سیوطی کی بغیۃ الوعاۃ قابلِ ذکر ہیں۔ اندلس والے اس میدان میں سب پر بازی لے گئے ہیں اور تراجم کا سلسلہ جتنا ان کے ہاں مسلسل اور جامع ہے اتنا مشرق والوں کے ہاں نظر نہیں آتا۔ اندلسی تراجم کا سلسلہ ابن الفرضی کی کتاب "تاریخ علماء الاندلس" سے شروع ہوتا ہے، اور المراکشی کی کتاب "الذیل والتکملۃ" پر آکر ختم ہوتا ہے۔ درمیانی کڑیوں میں، الضبی کی بغیۃ الملتمس الحمیدی کی جذوۃ المقتبس، ابن بشکوال کی کتاب الصلۃ، اور ابن الابار کی کتاب التکملہ کے علاوہ المغرب فی حلی المغرب، نفح الطیب اور کتاب الذخیرہ فی محاسن اہل الجزیرہ خصوصاً قابلِ ذکر ہیں۔

حدیثِ رسولؐ نے ایک اور اہم اور دلچسپ علم کو جنم دیا اور وہ ہے "غریب الحدیث" جس طرح قرآن کے مشکل اور غریب الفاظ کی تشریح کی غرض سے "غریب القرآن" کا فن وجود میں آیا، اسی طرح حدیث کے مشکل اور عجیب و غریب الفاظ کی توضیح کے لیے "غریب الحدیث" کا فن وجود میں آیا اور اس سے "غریب اللغۃ" کا ایک مستقل باب کھل گیا اور عربی زبان کے مشکل، وحشی اور عجیب و غریب الفاظ کی تشریح و توضیح کے موضوع پر کتابیں تصنیف ہونے لگیں۔ غریب الحدیث کے موضوع پر بہترین کتابوں میں سے ابن قتیبہ کی کتاب غریب الحدیث، الخطابی کی غریب الحدیث، ابوعبید القاسم بن سلام کی کتاب شرح غریب الحدیث (جو حیدر آباد سے چھپ چکی ہے) اور قاسم بن ثابت سرقسطی اندلسی کی کتاب الدلائل فی شرح غریب الحدیث قابلِ ذکر ہیں۔ مؤخر الذکر کتاب سب کتب غریب الحدیث سے بہتر اور جامع ہے اور اہلِ اندلس کو اس کتاب پر بجا طور پر ناز تھا۔ یہ بھی دمشق سے چھپ رہی ہے۔

حدیثِ رسولؐ نے علم الانساب، فقہ، عقائد اور علم الکلام پر بھی کافی اثر ڈالا اور ان علوم کے لیے معلوماتی مواد مہیا کیا بلکہ بعض کی ایجاد کی تحریک بھی کی۔

حیاتِ محمدؐ

از محمد حسین ہیکل — مترجم: ابویحییٰ امام خاں

یہ کتاب مصر کے نامور ادیب اور محقق محمد حسین ہیکل کی مشہور و معروف تصنیف کا ترجمہ ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے حالات نہایت موثر اور دل نشیں انداز میں لکھے گئے ہیں، اور حضورؐ کی حیاتِ طیبہ کے ان پہلوؤں کو خصوصیت سے اجاگر کیا گیا ہے جن کا تعلق زندگی کے بنیادی حقائق اور اس دور کے اہم مسائل سے ہے۔ قیمت ۲۲/۵۰ روپے

ملنے کا پتہ

سیکریٹری ادارہ ثقافتِ اسلامیہ، کلب روڈ، لاہور